میں سلیس اور عام فہم طریقہ پر مسئلہ کی حقیقت واضح کی گئی ہو تاکہ عام مسلمانوں کو بھی صحیح معلومات حاصل ہو جائیں۔

رویت ہلال کی خبروں کا صحیح انتظام کرنے کے لیے ہمارے نزدیک سب سے زیادہ مناسب تجویز یہ ہے کہ ریڈیو کے ذریعہ سے ان اطلاعات کے نشر کا بندوبست کیا جائے۔ پشاور، لاہور، دہلی، لکھنؤ، حیدرآباد، بمبئی، مدراس، کلکتہ اور بعض دوسرے مرکزی مقامات پر نشرگاہیں موجود ہیں۔ ان سب مرکزوں میں مسلمانوں کی بھی ذمہ دار مذہبی جماعتیں اور قابل اعتماد شخصیتیں موجود ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو کے ڈائرکٹر سے بآسانی یہ معاملہ طے کیا جا سکتا ہے کہ وہ ذمہ دار اشخاص یا جماعتوں کو رویت ہلال کی اطلاعات بروقت نشر کرنے کا موقع دیں۔ اگر معروف اشخاص خود نشرگاہ میں جاکر اپنی زبان سے، آلۂ نشر پہ اعلان کریں گے، تو ان کی آواز ہر وہ شخص بآسانی پہچان سکیگا جو ان سے واقفیت رکھتا ہو۔ اس طرح جعل و فریب کا بھی کوئی موقع باقی نہیں رہ سکتا۔ اس نشر صوت کی حیثیت قریب قریب وہی ہوگی جو بالمشافہ کسی مخبر عدل کے خبر دینے کی ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اس تجویز پر غور کر کے مناسب طریق کار اختیار فرمائیں گے۔

فاتحہ تفسیر نظام القرآن (بزبان عربی) | تالیف علامہ فراہی رحمہ اللہ۔ ضخامت ۴۴ صفحات۔ قیمت بارہ آنے۔

ملنے کا پتہ۔ دفتر "الاصلاح"، سرائے میر۔ اعظم گڑھ

یہ علامہ مرحوم کی مشہور تفسیر نظام القرآن کا مقدمہ ہے جس میں فاضل مصنف نے اپنے مدۃ العمر کے تدبر فی القرآن کا نچوڑ پیش کیا ہے۔ نہ صرف ان کے طریق تفسیر کو سمجھنے کے لیے اس مقدمہ کا مطالعہ ضروری ہے، بلکہ جو شخص قرآن مجید کو محققانہ طرز پر سمجھنا چاہتا ہو اس کے لیے بھی یہ مقدمہ ایک اچھا رہنما ثابت ہوگا، کیونکہ اس میں ایک فاضل محقق نے ان مہمات مسائل پر روشنی ڈالی ہے جو قرآن کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے ہر شخص کو پیش آتے ہیں۔ تفسیر قرآن کے اہم ترین مسائل میں سے ایک مسئلہ آیات اور سورتوں کے ربط و نظام کا ہے، اور یہ ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے کہ بہت سے مفسرین نے سرے سے ربط و نظام کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن علامہ مرحوم اس کے قائل ہیں اور انہوں نے اس کے وجوہ و دلائل بیان کیے ہیں جو ہر محقق کے لیے

لائق غور ہیں۔ اسی طرح مصنّف نے اِن سوالات پر بھی اصولی بحث کی ہے کہ تفسیرِ قرآن میں خود قرآن سے، شانِ نزول سے، احادیث اور اقوال صحابہ سے، کلامِ عرب سے، کتبِ سابقہ سے کس طرح مدد لینی چاہیئے۔ یہ سب اہم مباحث ہیں اور ان میں طالب علم کے لیے بہت کچھ فوائد ہیں۔

مگر ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ مصنف کی جلالتِ علمی کو دیکھ کر ہر اس بات کو قبول کر لیا جائے جو انہوں نے لکھی ہے۔ جس طرح ہر انسان کے کلام میں لغزشیں ہوتی ہیں اسی طرح مصنف کے کلام میں بھی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ مصنف نے احادیث کی کمزوری ثابت کرتے ہوئے چند مثالیں پیش کی ہیں جن میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے جو بخاری اور مسلم نے وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جا رہا ہے) کی تفسیر میں حضرت ابوذر غفاری سے نقل کی ہے کہ مستقرها تحت العرش (سورج کا مستقر عرش کے نیچے ہے) او فانها تذهب حتى تسجد تحت العرش (وہ جا رہا ہے تاکہ عرش کے نیچے سجدہ کرے)۔ مصنف نے اس حدیث کو ایسا بدیہی البطلان سمجھا کہ اس کو باطل ثابت کرنے کے لیے دلائل پیش کرنے کی ضرورت بھی نہ سمجھی۔ لیکن اس قسم کا حکم لگانے میں انہوں نے ویسی ہی غلطی کی ہے، جیسی اُن سے پہلے کے بہت سے لوگ کر چکے ہیں۔ اپنے عہد کی معلومات پر بسا اوقات، انسان اتنا زیادہ بھروسا کرنے لگتا ہے کہ گویا وہ علم کی آخری حد کو پہنچ چکا ہے، اور اسی مبالغہ آمیز اعتماد کی وجہ سے وہ اکثر ان چیزوں کو بےتکلّف غلط بلکہ بدیہی البطلان قرار دے بیٹھتا ہے جو اُس کے وقتی علم کے خلاف ہوتی ہیں۔ حدیث کے معاملہ میں تو ایسے احکام لگا دینے کی جرأت زیادہ آسان ہے کیونکہ راویوں کو جھوٹا قرار دیدینا کونسا مشکل کام ہے۔ رہا قرآن تو جو لوگ ایمان سے محروم ہیں وہ اس کو بھی نعوذ باللہ مہمل کہہ دینے میں تامل نہیں کرتے۔ البتہ اہل ایمان کو جب وہاں ایسی کوئی چیز نظر آجاتی ہے تو وہ کچھ دیر کسمسانے کے بعد آخر کار عجیب عجیب تاویلیں کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ اگر علم انسانی کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو ایسے مواقع پر قطعیت کے ساتھ حکم لگا دینے کی جرأت مشکل ہی سے کی جا سکتی ہے۔

فلکیات سے متعلق کچھ مدت پہلے تک انسان کا علم اس قدر محدود تھا کہ وہ اپنے نظام شمسی ہی کو کائنات

سمجھتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اس کائنات کا مرکزی نقطہ سورج ہے جو اپنی جگہ قائم ہے۔ اس علم پر اس کو اتنا وثوق تھا کہ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ (سورج چل رہا ہے) کی حقیقت ہی اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی کہ وہ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (اپنے مستقر کی طرف جا رہا ہے) کو سمجھ سکتا۔ اسی بنا پر لوگ اس آیت کی تاویل میں ٹھوکریں کھایا کرتے تھے، اور بعض کم فہم اس سے یہ نتیجہ بھی نکال بیٹھتے تھے کہ یہ خدا کا نہیں بلکہ ایک اُمّی عرب کا کلام ہے (نعوذ باللہ) لیکن اب فلکیات کے جدید مشاہدوں سے یہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے کہ سورج اپنے پورے نظام کو لیے ہوئے کسی طرف جا رہا ہے، اور اس نظام شمسی کے علاوہ بے شمار دوسرے نظامات بھی ہیں جن کے مرکز اپنے متعلقین کو لیے ہوئے اسی طرح فضائے بسیط میں حرکت کر رہے ہیں۔ جن ستاروں کو اب تک ثوابت سمجھا جاتا تھا، قریب قریب وہ سب کے سب متحرک پائے گئے ہیں اور اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۱۰ میل سے ۱۰۰ میل فی سکینڈ تک کی رفتار سے وہ اپنی جگہ چھوڑ رہے ہیں۔ اب صرف یہ امر پردۂ خفا میں رہ گیا ہے کہ وہ "مستقر" کونسا ہے جس کی طرف یہ مختلف نظامات فلکی کے مرکز رواں دواں ہیں؟ اس سوال کو انسان اب تک حل نہیں کر سکا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک اسے کائنات کے مرکز کا پتہ نہیں چل سکا۔ بہت ممکن ہے کہ کائنات میں ایک مرکزی نقطہ ایسا ہو جہاں اللہ تعالےٰ نے اپنی تجلیات کو مرتکز فرما رکھا ہو، اور وہیں سے سورج اور دوسرے نظامات کے مرکزوں پر اس قوّت (انرجی) کا فیضان ہو رہا ہو جو بے حد حساب پیمانے پر ان مرکزوں سے ہر آن اِن کے تابع ستاروں پر منعکس ہوتی رہتی ہے۔ ممکن ہے کہ اسی مرکز کائنات کا نام کلام الٰہی میں عرش رکھا گیا ہو۔ ممکن ہے کہ یہی عرش اس سورج اور تمام سورجوں کا "مستقر" ہو۔ ممکن ہے کہ اسی مستقر کی طرف ان کے حرکت کرنے کو اللہ کے نبیؐ نے "سجدہ" سے تعبیر کیا ہو۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو اب تک انسان پر منکشف نہیں ہوئی ہیں۔ لیکن جو امر اس نظریہ کو تقویت پہنچاتا ہے وہ یہ ہے کہ فلکی طبیعیات Astro-physics کے ماہرین آج تک اس سوال کو حل نہیں کر سکے ہیں کہ یہ بے حد و بے حساب قوت جو سورج سے ہر لحظہ خارج ہو رہی ہے اس کا ماخذ و منبع کیا چیز ہے؟ جتنے نظریات انہوں نے قائم کیے ہیں وہ سب تشنۂ ثبوت

Unknown source

ہیں اور تمسک کرانہیں یہی کہنا پڑتا ہے کہ وہ کوئی "غیر معلوم" سرچشمہ ہے۔ مَیں گمان کرتا ہوں کہ وہ "غیر معلوم" سرچشمہ سورج کے جرم میں نہیں ہے بلکہ اس کے باہر کائنات کے مرکز میں ہے، اور وہاں محض طبیعی اسباب سے قوت پیدا نہیں ہو رہی ہے بلکہ ایک فوق الطبیعی ماخذ سے قوت کا فیضان ہو رہا ہے، وَالعلم عند اللّٰہ

پس یہ ایک بڑی غلطی ہے جس پر لوگوں کو متنبّہ ہو جانا چاہیئے کہ انسان اپنے وقت کی معلومات کو حتمی و یقینی سمجھ لے اور ان کے خلاف جب کوئی حدیث یا آیت قرآنی نظر آئے تو اس کو مہمل قرار دینے لگے۔ انسان پر حقائق کا علم آہستہ آہستہ منکشف ہو رہا ہے، اور اس ترقی کے ساتھ سائنس کے وہ مسلّمات خود ہی غیر مسلّم ہوتے جاتے ہیں جن کی بنیاد پر احادیث اور آیات میں غلطیاں نکالنے کی جرأت کی جاتی ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ احادیث میں ضعیف اور موضوع روایتیں نہیں ہیں۔ ہیں اور ضرور ہیں۔ مگر جن حدیثوں کی سند قوی ہو اُن کے معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

کتاب کی طباعت اور ظاہری شان بہت اچھی ہے مگر جو چیز پڑھنے والے کی نگاہوں کو کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کو خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ عربی عبارت کو خط نستعلیق میں پڑھنا ذوق پر گراں گذرتا ہے۔ اگر اسے نسخ ٹائپ میں چھپوایا جاتا تو اس کا حسن بہت بڑھ جاتا۔

تفسیر سورۂ والتین (اردو) | تالیف مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ۔ ضخامت ۷۰ صفحات۔ قیمت ۶ر

ملنے کا پتہ: دفتر الاصلاح۔ سرائے میر۔ ضلع اعظم گڈھ

سورۂ تین کی یہ تفسیر مولانا مرحوم کے اسی مخصوص اندازِ تحقیق کی حامل ہے جس میں وہ اجتہاد کا مرتبہ رکھتے تھے۔ انہوں نے تین اور زیتون کے معانی متعین کرنے کے بعد طور سینا اور بلد الامین کے ساتھ ان کا معنوی ربط قائم کیا ہے اور اطمینان بخش دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ چاروں چیزیں، جن کی قسم کھائی گئی ہے، تاریخ انسانی کے اُن چار مہتم بالشان واقعات کی نمائندگی کرتی ہیں جو سورہ کے اصل مقصد، یعنی